رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - - ے
ششماہی - - - - - ؎

مملکت
"ہفتہ وار"

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت ہر پرانا پرچہ (۴/)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - - ے
ششماہی - - - - - ؎

جلد (۹) | ۱۱ بہمن ۱۳۵۹ ف | ۲۰ صفر ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۱۱ دسمبر ۱۹۴۹ء | نمبر (۳۵)

جوہری طاقت اور بین الاقوامی کنٹرول

از

وکہم اسٹیڈ

اب یا تو جنگ ختم ہوگی یا دنیا ختم ہو جائیگی۔ جب سے ۶ اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا گیا تو شدید یہ خیال لوگوں کے دلوں پر چھایا ہوا تھا اور اس خیال میں کافی حد تک صداقت بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جوہری طاقت کے کنٹرول کے متعلق جو کوششیں ہو رہی ہیں ان سے لوگ بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ سویٹ روس نے جوہری توانائی کے بین الاقوامی کنٹرول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور اس سے کافی گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے لیکن اس سے متعلق دنیا کی دلچسپی ختم نہیں ہوئی۔

اب سویٹ روس کا تازہ بیان یہ ہے کہ اگر اس کے قومی اقتدار پر آنچ نہ آئے تو وہ بین الاقوامی معائنے کے لئے تیار ہے۔ میرے خیال میں اس بیان سے جوہری طاقت سے متعلق الجھن دور ہونے کے بجائے اور پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔

گذشتہ ۲۰ اکتوبر کو مجلس اقوام متحدہ کے جوہری توانائی کے کمیشن کے مستقل ارکان نے (بجز سویٹ روس کے) جنرل اسمبلی کے سامنے ایک رپورٹ پیش کی تھی۔ اس رپورٹ سے جوہری توانائی کے کنٹرول کے مقاصد اور طریقوں کے متعلق ارکان کے درمیان بنیادی اختلاف ظاہر ہے۔ سویٹ روس کو چھوڑ کر کمیشن کے باقی تمام ارکان عالمی تحفظ اور امن کو باقی تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ بین الاقوامی تعاون، قومی اقتدار اعلیٰ کے متعلق روایتی نظریات میں تبدیلی کے لئے تیار ہیں۔

لیکن سویٹ روس قومی اقتدار اعلیٰ کو سب سے زیادہ اہم سمجھتا ہے اور وہ اس بات کے لئے بالکل تیار نہیں کہ اس کے قومی اقتدار اعلیٰ پر ذرا سی آنچ آئے۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ اگر یہ بنیادی اختلاف دور ہو جائے تو وہ ہر شخص کا شک دور کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرتے ہیں۔ روس کی تجویز ہے کہ ایٹمی سامان ہر قوم کی ملکیت میں رہے اور بین الاقوامی ادارہ کو وقتاً فوقتاً صرف معائنے کی اجازت ہو اور معائنے کی تاریخ پہلے ہی سے متعین کر دی جائے۔ کمیشن نے اس تجویز کی مخالفت میں پر زور دلائل پیش کئے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ان حالات میں ایٹمی اسلحہ کے متعلق خفیہ سرگرمیوں کو موثر طریقہ پر روکا نہیں جا سکتا۔

چنانچہ سویٹ روس اور دوسری پانچ طاقتوں کے درمیان تعطل دور ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ جنرل اسمبلی نے جوہری توانائی کے متعلق عارضی صلح اور معائنہ کرنے کے لئے اپیل کی ہے۔ جس میں یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ ایٹمی اسلحہ کے استعمال کی عارضی ممانعت کر دی جائے۔

اس اپیل کے جواب میں روسی وزیر خارجہ مسٹر ویشنسکی نے ۱۵ نومبر کو کہا کہ روس کو پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ایٹمی سامان کا استعمال کرے۔ اس نے مزید کہا کہ سویٹ یونین بین الاقوامی معائنے کے لئے تیار ہے لیکن روس بین الاقوامی کمیشن کو اس بات کی کبھی اجازت نہ دے گا کہ وہ اس کے ایٹمی کارخانوں کو اپنے قبضہ میں لے۔

کنٹرول کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہیں لیکن آپ نے کنٹرول کی شکل بگاڑ دی ہے۔ آپ کنٹرول کا مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہمارے ایٹمی کارخانوں کو چلائیں گویا کہ آپ ان کے مالک ہیں۔

اس سے پہلے مسٹر ویشنسکی نے ایک بیان میں بتایا تھا کہ روس جوہری توانائی کو تعمیری کاموں میں استعمال کر رہا ہے۔ نہ کہ بم بنانے میں۔ ایٹمی توانائی کے استعمال سے پہاڑوں کو توڑا جا رہا ہے۔ اور ریگستانوں میں پانی پہنچایا جا رہا ہے۔ ان تعمیری کاموں کی کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے وسیع ملک میں بالکل آزاد ہیں اور کسی بین الاقوامی ادارہ کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ اگر ہمیں ایٹمی بم کی ضرورت پڑی تو ہم اپنی ضرورت کے مطابق ایٹمی بم بنا لیں گے۔ ان حالات میں ایٹمی سامان کے متعلق بین الاقوامی ملکیت اور کنٹرول ناممکن نظر آتا ہے۔

نوٹ:- تازہ اخباری اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ بڑی طاقتوں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین نے اقوام متحدہ کے صدر کی اپیل کو تسلیم کر لیا ہے جو ایٹم ہتھیاروں پر پابندی کے متعلق کی تھی۔ جنرل کارلوس رومولو صدر اقوام متحدہ نے ان چھ ملکوں سے اپیل کی تھی کہ وہ موجودہ تعطل کو حل کرنے کے لئے ایٹم ہتھیاروں پر نگرانی قائم کرنے پر سمجھوتہ کر لیں۔ ایٹم ہتھیاروں کے متعلق جنرل اسمبلی میں غور ہوگا۔

۲۸۶
۹۲
"ہفتہ وار"
مملکت
۱۱ بہمن ۱۳۵۹ف

شذرات

شری ایم۔ کے ویلوڈی

بحیثیت چیف منسٹر کے مسٹر ویلوڈی کے تقرر پر ہم موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جبکہ حیدرآباد کی چیف منسٹری ہندوستانی صوبوں کی گورنری اور وائسرائے کونسل کی رکنیت سے زیادہ وقیع اور اہم خدمت سمجھی جاتی تھی معلوم نہیں آج صورت حال کیا ہے۔ لیکن ہمارا قیاس ہے کہ اب بھی یہ خدمت ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم نے مسٹر ویلوڈی کو جو مبارکباد دی ہے اس کا تعلق اس خدمت کے اعزازی پہلو سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ اس خدمت پر رہ کر مسٹر ویلوڈی کو بندگان خدا کی خدمت کرنے کا اچھا موقع مل سکتا ہے۔

ہم آئندہ فرصت سے مسٹر ویلوڈی کو یہ بتائیں گے کہ حیدرآباد میں کیا ہوا، کیا ہونا چاہیئے تھا اور آئندہ کیا ہونا چاہیئے تاکہ ہمارا نقطۂ نظر بھی موصوف کے پیش نظر رہے۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارا نقطۂ نظر فرقہ واری نہیں بلکہ قومی اور عوامی ہوگا فی الوقت ہم مسٹر ویلوڈی کو صرف دو مسائل کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مسئلہ ہے انسانی جان کی ارزانی کا اور دوسرا مسئلہ ہے اشیائے ضروریہ کی گرانی کا۔ یہ دو مسائل مسٹر ویلوڈی کی حکومت کی اولین توجہ کے مستحق ہیں۔ ایک مسلح انسان کے لیے بہت آسان ہے کہ وہ اپنے غیر مسلح بھائیوں کو گولی کا نشانہ بنادے چنانچہ اس قسم کے قتل کافی تعداد میں سرزد ہو رہے ہیں۔ کہیں یہ قتل طبقہ داری منافرت کا نتیجہ ہیں اور کہیں فرقہ داری منافرت کا۔ طبقہ داری منافرت کے تحت جو قتل ہوتے ہیں ان کی تو تشہیر ہو جاتی ہے لیکن فرقہ داری منافرت کے تحت جو قتل ہوتے ہیں ان کی تو تشہیر ہو جاتی ہے لیکن فرقہ داری مظالم نہیں۔ ہمیں اس میں شک ہے کہ پنڈت سندر لال جی کو بھی صحیح اعداد ملے ہیں۔ ان واقعات کو روکنے کے لئے آسمان وزمین ایک کر دینے کی ضرورت ہے۔ تحفظ جان انسانی کا روکنا مسٹر ویلوڈی کا پہلا فرض ہونا چاہیئے۔

دوسرا مسئلہ غذا کی منصفانہ تقسیم اور ایسی قیمتوں پر غذا کی فراہمی ہے جو عوام کی قوت خرید سے باہر نہ ہوں۔ دوسری اور چیزوں کو چھوڑ کر مسٹر ویلوڈی ابھی دو مسائل پر کچھ روشنی کریں گے۔

انتخابات ——— شخصی مسئلہ ہے نہ کہ جماعتی

اس اعلان کے پیش نظر کہ حیدرآباد کی نامزد مجلس دستور ساز کے انتخابات مارچ کے مہینے میں ہوں گے ہمارے بعض مسلم احباب نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ انتخابات کے تعلق سے عامۃ المسلمین کا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔

ہماری رائے میں یہ سوال غیر ضروری ہے کیونکہ اس کا جواب صاف ہے اگر کوئی مسلم باشندہ اپنا حق رائے دہی استعمال کرنا چاہتا ہو تو وہ شوق سے کرے اور اگر کوئی اس حق سے استفادہ کرنے کے موقف میں نہ ہو تو ایسے شخص کے خلاف جبر و تحریص کے وسیلہ استعمال نہ کئے جائیں۔ یہ مسئلہ بالکل انفرادی صورت اور صوابدید کا ہے جماعتی نقطۂ نظر سے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ایسے جواب کی حیثیت سیاسی ہو جائیگی جو مسلمانوں کے موجودہ مسلک کے منافی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان باشندہ انتخابات میں بحیثیت امیدوار کھڑا کیا جائے یا وہ خود کھڑا ہونا چاہے تو ظاہر ہے کہ دیگر مسلمانوں کو ایسے امیدوار سے کوئی تعرض نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ اس کا شخصی فعل ہے جس کی حد تک ہر شخص آزاد ہے۔ تعرض اس لئے نہ ہونا چاہیئے کہ امیدوار نہ تو مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اس لئے بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اب مسلمانوں کی حیثیت ایک سیاسی جماعت کی نہیں ہے۔ نیز مسلمانوں کی اب کوئی علحدہ فرقہ داری سیاست باقی نہیں رہی۔

ہمارا اندازہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی بیشتر جماعت اپنی معاشی اور دیگر پریشانیوں کی وجہ سے اس موقف میں نہیں کہ انتخابی تحریکات میں حصہ لے سکے۔ وہی مسلم حضرات شاید حصہ لے سکیں گے جو یہ تصور رکھتے ہوں کہ انتخابات میں حصہ لینے سے ان کی مادی ترقی کی راہیں کھل سکیں گی بہرحال ہماری رائے میں انتخابات میں حصہ لینے یا نہ لینے کا سوال مسلمانوں کی حد تک جماعتی سیاسی نہیں ہے بلکہ شخصی اور انفرادی ہے۔ جو شخص حصہ لے سکتا ہو یا لینا چاہے گا۔ ایسا کرنے میں بالکل آزاد ہے لیکن جو مسلمان کسی نہ کسی وجہ سے اس موقف میں نہیں ہے اس کو جبر و تحریص کے ذریعہ انتخابات میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کرنا غلط ہوگا۔ چند روز قبل ہمارے ایک دوست جو ضلع کے باشندے ہیں بلدہ تشریف لائے تھے۔ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ ان کے ضلع کے باشندوں کا انتخابات سے متعلق کیا نقطۂ نظر ہے۔ ان کا جواب ہماری رائے میں عامۃ المسلمین کی رائے کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ان کا جواب یہ تھا کہ "۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء ہی کو حیدرآباد انڈین یونین کا جزو ہو چکا۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں یہ طے کرنے کے لئے کہ حیدرآباد کو انڈین یونین کا جز ہونا چاہیئے ایک انتخابی مہم کو سر کرنا تحصیل حاصل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے حق رائے دہی کو استعمال کرنا چاہیں تو ان سے ووٹ طلب کرنے والے چار یا پانچ ہندو امیدوار ہوں گے۔ اگر غریب مسلمان رائے دہندہ پانچ ہندو امیدواروں میں سے کسی ایک کو رائے دے تو باقی چار اس سے ناراض ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ مسلم باشندوں میں ہندو بھائیوں کا عتاب برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت اس قتل و غارت گری کے بعد جو ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کے فوری بعد ہوئی تھی ایسے گوناگوں مصائب میں مبتلا ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے کے لئے اس گروہ کو دعوت دینا اس کی پریشانیوں میں اضافہ کرنا ہے۔ ان حالات میں انتخابات میں وہی حصہ لیں جن کے سیاسی عزائم ہیں اور جو اقتدار کے مالک ہیں۔ ہم امن پسند اور اطاعت گزار شہری کی حیثیت سے اپنی معاشی، تعلیمی، اور اخلاقی اصلاح کے کاموں میں منہمک رہنا ہی اپنی زندگی کا واحد مقصد قرار دیتے ہیں" ہماری رائے میں یہ جواب دکن کے عام مسلمانوں پر ٹھیک ٹھیک صادق آتا ہے۔

امریکی سرمایہ کو دعوت

دوستی تجارت اور جہاز رانی کے متعلق امریکہ اور ہندوستان کے درمیان جو بات چیت ہو رہی تھی اس میں تعطل پیدا نہیں ہوا بلکہ تفصیلات پر اتفاق نہیں ہو سکا ہے اصول پر اتفاق ہے لیکن تفصیلات طے نہیں ہوئے۔ تاہم بات چیت جاری ہے۔

اس پردہ پوش اعلان کے ذریعہ دنیا کے سب سے بڑے سرمایہ دارانہ پالیسی کسی حد تک بے نقاب ہو کر ہندوستان کے سامنے آئی ہے اور یہ پتہ دے رہی ہے کہ دنیا کے کمزور ممالک کو آج امریکہ جو جی کھول کر تائید کر رہا ہے وہ کس بنیاد پر ہوگی اور کس حد تک ان ممالک کی آزادی اور خود مختاری پا بہ زنجیر ہوگئی ہوگی سنا ہے کہ امریکہ سے ہندوستان کی یہ بات چیت دس سال سے ہو رہی ہے اب تک کامیاب نہ ہو سکی اور دس سال پہلے ہندوستان کی طرف سے حکومت برطانیہ نے بات چیت کی تھی اور اب آزاد حکومت نے کوشش کی لیکن یہ معلوم ہوا کہ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ دوستی اور تجارت کی بنیاد یہ ہو کہ حکومت ہند اپنے چند اختیارات امریکہ کے قدموں پر رکھ دے۔ دس لاکھ ٹن گیہوں کے متعلق بھی امریکہ نے جو رویہ اختیار کیا وہ امریکہ سے خوش فہمی رکھنے والوں اور امید باندھنے والوں کی آنکھیں کھول سکتا ہے۔

معاہدے کے لئے بات چیت میں جو تعطل پیدا ہو گیا ہے اس پر امریکہ یہ کہہ رہا ہے کہ ہندوستان امریکہ کے سرمایہ اور اس کے اداروں کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا ہے یہ فطری بات ہے اس لئے کہ امریکہ ہندوستان میں سرمایہ لگانے کے لئے اپنی شرائط پیش کر رہا ہے اور شرائط بھی ایسی جو ہندوستان کو اقتصادی غلامی کی طرف لے جانے والی ہوں۔ پھر کیوں نہ انڈیا امریکہ پر شبہ کرے۔

اگر حقیقت پوچھی جائے تو یہ نتیجہ حکومت ہند کی کمزور پالیسی کا ہے۔ حکومت ہند نے بڑھ بڑھ کر امریکی سرمایہ داروں کو دعوت دینی شروع کر دی بار بار پکارا جانے لگا وہ خاموش رہے لیکن ادھر سے مراعات اور سہولتیں بھی پیش ہونے لگیں۔ یہ رویہ خوشامد کی حد تک بھی جا پہونچا جس سے شاید امریکہ کے سرمایہ داروں نے یہ رائے قائم کی کہ ہندوستان ہماری تائید کا بری طرح محتاج ہے جس کے بغیر وہ اپنی ترقی کو مسدود و مفقود کرتا ہے اس احساس کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ امریکہ نے برتری کے ساتھ اپنی شرائط پیش کیں جن کو ہندوستان نے اپنی آزادی اور خود مختاری کے منافی تصور کیا امریکہ کی یہ شرائط جو آزاد ہند کے لئے توہین کا باعث ہیں امریکہ اس احساس برتری کے نتیجہ میں جو حکومت ہند نے اپنے بے قراری کے ذریعہ پیدا کر دیا۔ یہ فطری بات ہے کہ جھکنے کے لئے آگے بڑھو تو دینے والا سر پر چڑھ کر بولے گا اس کے بجائے بہتر ہوتا کہ ایسے حالات پیدا کئے جاتے جن سے امریکی سرمایہ اپنے مفاد کے تحت خود بخود کھینچ کر آتا۔ یہ رویہ صبر آزما ضرور ہوتا لیکن باعزت اور قابل اعتماد بھی ہوتا۔ (آزاد)

روس اور یوگوسلاویہ کی باہمی آویزش

مارغام، انگلستان۔ ۵ر دسمبر لارڈ بالفور آف انچری نے سوشلسٹ کنسرویٹیو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کو اعلان کر دینا چاہئیے کہ وہ یوگوسلاویہ کی آزادی کو دوبارہ کھلے طور پر غصب ہوتے نہیں دیکھ سکے گا۔ روس کی جارحانہ فوجی دھمکیوں کا ہمارا جواب ان گیدڑ بھبکیوں سے کام نہ چلے گا ہونا چاہئیے۔ اگر یوگوسلاویہ کی بغاوت کامیاب ہو جائے تو روسی کمیونزم کو یہ دوسری اور بہت بڑی شکست ہوگی جو برلن کی ہزیمت سے زیادہ سخت ہوگی۔ یہ دوسری پسپائی کیا یہی خاتمہ ہوگا اور کیا یہی نوآبادیاتی روسی زیر تسلط

نواب علی نواز جنگ کا انتقال

حیدرآباد ۵ر دسمبر نواب علی نواز جنگ بہادر بین الاقوامی شہرت کے فاضل ماہر تعمیرات نے جو مشیر تعمیرات حکومت حیدرآباد بھی تھے آج دن کے ڈھائی بجے اپنی قیام گاہ جوبلی ہل پر حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے انتقال فرمایا۔ تدفین خطہ صالحین میں بعد نماز مغرب عمل میں آئی۔ اس موقعہ پر اعلیٰحضرت بندگانعالی۔ امراء، عمائدین، احباب و رشتہ دار کثیر تعداد میں موجود تھے۔

انتقال کے وقت مرحوم کی عمر (۷۲) سال سے زیادہ تھی۔ نواب علی نواز جنگ ملک کے مشہور انجینئر تھے حیدرآباد کی جدید تعمیر میں نمایاں حصہ لیا اور ان کی جا بجا یادگاریں اس وقت موجود ہیں۔ ہندمیں ماہر تعمیر کی حیثیت سے جن دو شخصیتوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی ان میں مرحوم نواب بھی تھے۔ سندھ میں سکھر بیراج کی تعمیر میں آپ نے مشورہ دیا تھا اور آپ سے یورپ کی کئی حکومتوں کے علاوہ برطانیہ اور امریکہ نے مختلف پروجیکٹوں کی تعمیر میں بھی اعانت حاصل کی تھی۔

حیدرآباد میں نواب صاحب مرحوم کی تعمیراتی سرگرمیوں کا آخری شاندار کارنامہ نظام ساگر ہے جو ہند میں دوسرا سب سے بڑا تالاب ہے۔ وہ ایک ممتاز انجینئر کے علاوہ اچھے ادیب بھی تھے۔ ملک کی سیاست سے بھی ان کو ہمیشہ لگاؤ رہا اور معاہدہ انتظام جاریہ کی تکمیل کے لئے اعلیٰحضرت نے نواب صاحب چھتاری کے وفد میں ان کو بھی رکن مقرر کیا تھا۔

۴۴ ممالک میں روسی کمیونزم کا زوال آمادگی کا باعث ہوگا۔ برطانیہ کو اعلان کر دینا چاہئیے کہ ہم اس ملک کی آزادی کو پامال ہوتے نہ دیکھ سکیں گے۔ اگر اس وقت اپنی کمزوری یا تذبذب سے اس اعلان کرنے سے دریغ کرے اور اس مرزمین پر روسی تسلط کو گوارا کرے تو پھر یورپ کا ایک نا متناہی زمانہ کے لئے مقدر سیاہ ہو جائے گا اور وہ ماسکو کیمونزم کی تاریک طاقتوں سے مغلوب ہو جائے گا۔ لارڈ بالفور سابق میں قدامت پسند رکن پالیمان تھے اور وزارت ہوائیہ میں مسٹر چرچل کے انڈر سکریٹری اور مغربی افریقہ میں وزیر مقامی رہ چکے ہیں۔

انجمن طبی امداد
برائے
خواتین و اطفال

یہ ادارہ تقریباً پچیس سال سے خواتین و اطفال کی طبی امداد کے لئے کوشاں ہے اس ادارہ نے نہ صرف عوامی شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ عملی میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ یہ ادارہ ہر اس شخص کو دعوت عمل دیتا ہے جو خواتین و اطفال کی فلاح و بہبودی میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس کا مقصد لیڈی ڈاکٹروں، نرسز اور دائیوں کی تعلیم و تربیت اور عورتوں اور بچوں کے علاج کی غرض سے شفاخانوں اور گھر لو دواخانوں کا قیام ہے۔ تفصیلات صدر دفتر موقوعہ رسالہ جبوش سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید :-

ہندوستان کی مجلس دستور ساز میں مسٹر کامتھ ایک قرارداد پیش کریں گے جس میں درج ہے کہ پارلیمان کی کارروائی سے پہلے خدا سے دعا کی جائے۔ ڈاکٹر من موہن داس اس قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے یہ ترمیم پیش کریں گے کہ چونکہ پارلیمان کوئی مندر یا گردوارہ یا مسجد نہیں ہے اس لئے کارروائی شروع ہونے سے پہلے دعا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارکان کو چاہیے کہ پارلیمان میں آنے سے پہلے اپنے گھروں میں دعا کر کے آئیں۔

پولیس ایکشن کا خرچ حیدرآباد سے لیا جائیگا

(اخباری سرخی)

اسٹیٹ کانگریس کے ایک گروپ نے پولیس ایکشن سے پہلے ہی یہ خرچ عمری بنک سے حاصل کرلیا ہے۔

مالے گاؤں ضلع ناندیڑ میں مویشیوں کی نمائش

(اخباری سرخی)

اگر اس نمائش میں بیل اور بھینس بھی شریک کئے جائیں تو مولانا انیس الرحمن مدیر "شعب" یہ نمائش دیکھنے ضرور تشریف لائیں گے۔

معاصر "ریاست" تحریر کرتا ہے کہ :-

قاضی عبدالغفار صاحب سے حیدرآباد میں کرن نہیں صحافت نے جو ترقی حیدرآباد میں کی اس میں ان کا بڑا ...

اور قاضی صاحب نے حیدرآباد جو ترقی کی اس میں کس کا حصہ تھا

معاصر "ریاست" کی اطلاع ہے کہ :-

مجلس دستور ساز کے انتخابات ہونے والے ہیں۔ عوام ریاست کے مستقبل اور فرمانروا کے مستقبل کے بارے میں اپنی اہم ترین رائے استعمال کرنے والے ہیں۔

مستقبل کا فیصلہ کرنے کر رہا ہے حیدرآباد کے عوام کا کام اس فیصلہ کی شرح و ترشیح کرنا ہے۔ عوام کو غلط فہمی میں رکھنا لیڈروں کے لئے منفعت بخش تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ صحافت بھی عوام فریبی میں مبتلا ہو جائے۔

"حمایت دکن" کے دفتر میں بعض صحیفہ نگاروں کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر مہابیر سنگھ معتمد سوشلسٹ پارٹی نے کہا کہ :-

حضور نظام کو تخت سے اتارنے اور ریاست کی تقسیم کے بارے میں ہم اٹل ہیں۔

مسٹر نظام الدین حسن خاں شمسی مدیر "حمایت دکن" جو کافی غور و فکر کے بعد سوشلسٹ پارٹی میں شریک ہوئے ہیں ایک مدیر کی حیثیت سے مسٹر مہابیر سنگھ کی رائے سے اختلاف رکھتے ہیں مگر شخصی طور پر سوشلسٹ پارٹی کے مسلک کے حامی ہیں۔

منہ کے رو در ہے ہاتھ سے جنت گئی

ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیا ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو خوف نہ رکھنا چاہیے کہ ان کے مفادات کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔

اب کیا امر ہے جب یہ رقیبوں کا ذکر رہا

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی نشری تقریر میں فرمایا کہ :-

امریکہ اور دوسرے ممالک گاندھی جی کے بتائے ہوئے اصولوں پر آج کل زیادہ کاربند ہیں لیکن ہندوستان کے لوگ ان اصولوں کو بھولتے جا رہے ہیں

ہندوستان کے لوگوں نے حضرت مسیح کے اصولوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ چنانچہ شاعر مشرق کو کہنا پڑا:

شمع گو ترا جل رہی ہے محفل اغیار میں

مسٹر ہندرشانی لال جو صابرمتی جیل میں نظر بند ہیں عدالت کے آگے یہ بیان دیا کہ ان کا تعلق ایک ملک خاندان سے ہے۔ میرے خاندان والے مزدوروں کی حالت سے جو بے اعتنائی برتتے تھے وہ مجھے بہت بری معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے میں کمیونسٹ پارٹی میں کام کرتا تھا۔

(ایک خبر)

ہرکس کہ شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد

کراچی میں ایرانی مندوب آقائے علی اسفندیاری نے کہا کہ :-

شاہ ایران کے دورۂ امریکہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو امریکہ جاتا ہے اس کے متعلق غلط فہمیاں پھیل جاتی ہیں۔

اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ :-

اسٹالن کی سترویں سالگرہ بڑے اہتمام سے منائی جائے گی۔ سالگرہ کے موقع پر روس میں ہر جگہ بلکہ روسی مقبوضہ علاقوں میں بھی خوشیاں منائی جائیں گی۔

روسی مقبوضہ علاقے ؟ -

کیا روس بھی سامراجی نقش قدم پر چل رہا ہے ؟

روس کو جوہری توانائی کا راز امریکہ نے دیا

واشنگٹن ۔ ۱۰ دسمبر آج واشنگٹن میں دفتر خارجہ امریکہ کی جانب سے ایک سنسنی خیز بیان میں اس امر کا انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکہ نے ۱۹۴۳ء میں روس کو جوہری توانائی کا مواد فراہم کیا تھا۔ ایوان نمائندگان کی غیر امریکی سرگرمیوں پر نگرانی رکھنے والی کمیٹی نے ان الزامات کی تحقیقات انتہائی تیزی کے ساتھ شروع کر دی ہے جو صدر روزویلٹ کے سابق مشیر ہاپکنز پر لگائے گئے۔ اور جن میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے جنگ کے زمانہ میں خفیہ طور پر روس کو جوہری اسلحہ اور جوہری توانائی کا مواد فراہم کیا ہے۔ امریکی دفتر خارجہ نے کہا کہ ہالیان امریکہ کی جانب سے مشیر پر لگائے ہوئے الزامات کی تحقیقات شروع کرنے کے چند گھنٹوں بعد ہی جاری کیا ہے۔

فرقہ واریت سے چشم پوشی کیوں

قوم پرست لیڈر کدھر؟

ہنگاموں اور فسادوں کے زمانہ میں کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کا جو ایک جلسہ ہوا جس میں مشورے کے لئے جناح بھی بلائے گئے، جلسے میں ایک بڑے ایک انتقالی مسئلے کی ایک قرارداد پیش کر دی، اس پر وہ آزردہ ہو گئے اور کوئی تصفیہ نہیں ہوا، آخر ان لوگوں نے جناح سے عرض کیا کہ آپ اپنی رائے دیجئے، جناح نے کہا کہ میں تو اتنی دیر سے حیرت سے آپ لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں آج کل حالت یہ ہے کہ شمالی ہند کا گوشہ گوشہ فرقہ واریت کا شکار بنا ہوا ہے۔ مسلمان ہر جگہ سے اشاعت شعار چھینے جا رہے ہیں کانگریس اور کانگریسی حکومت بری طرح ناکام نظر آ رہی ہے لیکن آپ لوگ ہیں کہ ایسی غیر ضروری باتوں پر وقت صرف کر رہے ہیں۔ اگر ایسی بحث کرنی تھی تو آپ نے مجھے کیوں بلایا؟

کانگریس ورکنگ کمیٹی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور پھر اس نے اپنی ساری توجہ اصل معاملے کی طرف موڑ دی۔

آج جناح موجود نہیں ہیں ورنہ وہ یو۔ پی کانگریس کمیٹی کے صوبائی اجلاس کو یاد دلاتے کہ کانگریس کا کوئی آدرش بھی ہے اور اسے کسی خاص سمت جانا بھی ہے اور یہ کہ ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس وقت ملک کے مسئلوں میں ایک سب سے اہم چیز فرقہ واریت ہے اس لئے پہلے اسی کی طرف توجہ دی جانا چاہئے ــــ کانگریس کے صوبائی اجلاس نے نیا دستور منظور کر لیا ہے، صوبہ کا نام آریہ ورت تجویز کر دیا اور اس کے بعد ہر جماعت کو چھٹی کر دی کہ تمام اہم کام انجام پا گئے۔

ہاں کانگریس کے اس اجلاس نے خاتمہ زمینداری کے سلسلے میں کام کرنے کی ذمہ داری لی ہے، بلاشبہ یہ کام بجائے خود اہم ہے اور اپنی ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے غیر فرقہ وارانہ ہے۔ کیونکہ چند زمیندار اور تعلقدار آج بھی اسی طرح دخل کئے جا رہے ہیں جس طرح مسلمان کا شتکار بھی اسی طرح بھی دھڑیں ہیں جس طرح ہندو کاشتکار لیکن اٹھنے والے ہاتھی گھٹنے پر براہ راست اثر نہیں ہے یہ ٹھیک ہے کہ یہ کام ایک منظم پیمانے کا جو کہ فرقہ وارانہ ذہنیتوں کے رخ کو بدل دے گی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس تبدیلی سے پہلے پہلے فرقہ واریت ایک باعزت واقعہ بن جائے۔ اس لئے صوبائی کانگریس کے اجلاس کو چاہئے تھا کہ فرقہ واریت اور ناانصافی کو توڑنے کے لئے فی الفور کرنے کی ضرورت تھی لیکن اس معاملے میں وہ بالکل خاموش رہی۔ معلوم ہے کہ اس وقت کا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ ہندو فرقہ پرست لیڈروں کو کانگریس کا ممبر بننے کی اجازت دے دی جائے۔ یو۔ پی کانگریس نے بہت بہادری سے اس مسئلہ پر بھی فیصلہ کا اعلان کر دیا ہے لیکن ہمارے صوبے کی کانگریس نے جو کبھی کسی

زمانے میں ہندوستان کی ترقی پسند صوبائی کانگریس میں شمار کی جاتی تھی، اس معاملے میں خاموشی پسند کی۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ جابجا فرقہ پرور لیڈر اور ... جو ملک کی آگ سلگانے کا کام کر رہے ہیں اور فرقہ پرور اخبار جو بارود بکھیر رہے ہیں، ان کی روک تھام کی ضرورت ہے یا نہیں؟ کیا کانگریس والوں کا کام ہے کہ وہ اس آگ کو سلگتا ہوا دیکھیں اور خاموش رہیں کیا وہ اپنی اور پارٹی میں سلامتی کو بھسم ہونے کا تماشا دیکھیں اور کچھ نہ بولیں؟ لیکن صوبائی کانگریس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔

ایک زمانہ تھا جب مسلم فرقہ پروری نے آگ لگا رکھی تھی اور اس کے خلاف مسلمان کا اٹھنا تو گویا محال تھا پھر بھی مسلمانوں کے ایک طبقے نے بہت بہادری سے اس آگ کا سامنا کیا، وہ مارے گئے، ان کی داڑھیاں نوچی گئیں، ان کے گھر جلائے گئے، لیکن وہ بہادری سے اس آتش طغیان کے سامنے کھڑے جلتے رہے پر پاؤں پیچھے نہیں ہٹائے ــــ پھر جب ہندو فرقہ پرستی کا زور ہوا تو یہ تن تنہا سامنے آ گئے اور اپنی جان بھینٹ کر دی جو اہر لال جی کی شخصیت پر نے گھومتے ہیں، آج ہمارے صوبے کو ایسے بہادر ہندوؤں کی ضرورت تھی وہ کہاں ہیں، کانگریس کے آدرشوں پر بھینٹ ہونے والے کدھر گئے؟ ۱۹۴۷ء تک جو فرقہ پروری کے سخت مخالف تھے وہ آج کیوں خاموش ہیں؟ آج ان کی زبان گنگ کیوں ہے؟ تو کھل کر باتیں کرنے کے لئے وہ اصول ہوتی جو اپنی سخت سے چھوڑتے تھے کیا اب ختم ہو گئے؟ کیا وہ لوگ موجودہ طوفان سے ڈر گئے؟ ان کی قوم پرستی میں اتنا دم نہیں کہ وہ مخالف ہوا کا سامنا کر سکے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ ہمارے صوبے میں سچے قوم پرور ہندوؤں کی کثرت تھی لیکن آج کتنے رہ گئے ہیں ــــ سے جو بچے ان میں سے اکثر تو خاموش ہیں، صرف چند ایسے ہیں جن کی زبان آج بھی اسی طرح حق گو ہے جیسے پہلے تھی۔

ہمارے صوبے میں فسطائی طوفان کو روکنے کے سلسلے میں شری گووند سہائے نے بڑی بہادری دکھلائی ہے۔ جہاں انھوں نے رائے عامہ کی پروا کی اور نہ ذاتی مفاد کی، مانے جانے گر فرقہ واریت سے مقابلہ تو ہوا کرے اور ذاتی مقبولیت اگر خطرے میں پڑتی ہے تو پڑا کرے ان کی زبان حق گوئی سے نہیں رکی، راشٹریہ سنگھ کے پورے طوفان کے زمانے میں انھوں نے اس کی پوری طاقت سے مخالفت کی اور تقسیم ہند کے طوفان میں

زمانے میں پنجابی زبان کی طرفداری کی، ایسی ہی بہادری کی تھی جو بابو جی باگی نے دکھلائی تھی جب کہ انھوں نے اپنی ہما گردی روکنے کی کوشش کی تھی اضلاع میں مقامی طور پر بھی کانگریسیوں نے بہادری اور قربانی کی اعلیٰ مثالیں پیش کی۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خزانہ جواہرات سے خالی نہیں مگر ضرورت ہے کہ کانگریس کی جوان جواہرات کو ایک لڑی میں پرو کر مالا بنا سکتی ہے لیکن مالا بنانا تو کیسا، وہ ان انفرادی کوششوں کو ترقی دینے اور کارآمد بنانے کی کوشش تک نہیں کرتی۔ بھلا یہ وقت تھا فرقہ واریت کی طرف سے خاموش رہنے کا؟ ۔ (قومی آواز)

ایک قوم یا دو قومیں؟

دستور ہند میں ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی آخری تقریر میں مسئلہ قومیت پر جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ سب کے لئے قابل غور ہے آپ نے فرمایا:۔

"اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں تو اپنے کو دھوکا دیتے ہیں وہ لوگ جو ہزاروں ذاتوں میں تقسیم ہوں ایک قوم کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ہم جس قدر جلدی اس بات کا اقرار کریں کہ ہم نفسیاتی اور سماجی اعتبار سے ایک قوم نہیں ہیں۔ اتنا ہی اچھا ہے اور اس اعتراف سے فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ایک قوم بننے کی کوشش کریں گے اور جھوٹ موٹ دعویٰ کرنے سے باز آئیں گے۔ ذاتوں میں تقسیم ہونا متحدہ قومیت کے منافی ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ ہماری سماجی زندگی مختلف دائروں میں بٹ چکا ہے اور ذاتوں کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل ہو گئی ہیں۔"

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ نہ ذات پات کے قائل ہیں۔ نہ چھوت چھات اور نسلی منافرت کے۔ لہٰذا ان سے تو آپ نہ بولئے۔ کیونکہ جہاں ذات پات نہیں وہاں دو قومی نظریہ بھی نہیں، البتہ وہ لوگ جو ذات پات پر کہا کرتے ہیں کہ جو مسلمان دو قومی نظریہ کے قائل ہیں۔ ان کے لئے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں وہ بتائے کہ ڈاکٹر امبیڈکر کو کہاں بھیجنے کا ارادہ ہے؟ یہاں تو دو قوموں کی تیوری پر ہی عتاب تھا مگر ڈاکٹر امبیڈکر کو تو یہاں بے شمار قومیں نظر آ رہی ہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایک قومی نظریہ کے حامی ڈاکٹر صاحب کو ہندوستان سے کب رخصت فرماتے ہیں۔

آئین ساز اسمبلی میں ہندوستان کے نمائندوں کو یہ بات سننی پڑی کہ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔ اب مسلمان پوری جرأت کے ساتھ اپنے بھائیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ پہلے چھوت چھات اور ذات پات سے توبہ کرو اس کے بعد ایک قوم اور ایک زبان کا نعرہ لگاؤ، باقی مسلمان کی طرف سے فکر مت کرو وہ تو آیا ہی اس لئے کہ ...

غائبانہ زمینداری کا خاتمہ

زرعی اصلاحات کی کمیٹی کی سفارشات

زرعی اصلاحات کی کمیٹی نے جس کے صدر مسٹر [illegible] بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ سی۔ آئی۔ ای اور ارکان مسٹر غلام حیدر ایچ۔ جی۔ ایس۔ ڈاکٹر آر۔ وی۔ [illegible] ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ پی ایچ ڈی ریڈر معاشیات نظام کالج اور معتمد مسٹر سری نواس راؤ بی۔ اے۔ ایم۔ ایل ہیں حکومت کے آگے اپنی تجاویز اور سفارشات کے ساتھ اپنی رپورٹ (جو ۵۰۰ صفحوں پر مشتمل ہے) پیش کر دی ہے۔

کمیٹی کی خاص سفارش یہ ہے کہ زراعت کی ترقی اور سماج کے مفاد کے خاطر غائبانہ زمینداری کے طریقہ کو جو قولداری کا اصلی سبب ہے برخواست کر دیا جائے۔ اور یہ کہ زرعی اصلاحات کا نصب العین اس سے کم نہ ہونا چاہئے کہ زمین کی ملکیت اور کاشتکاری کو ایک کر کے حکومت اور کسانوں کے درمیان واسطہ بننے والے تمام اشخاص کو ہٹا دیا جائے۔ جن زمینات کی کاشت مزارعین کے ذریعہ فصل میں ان کو حصہ دار بنا کر کرائی جائے، ان کے متعلق یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ خود زمیندار نے ان کی کاشت کی ہے۔

وہ تمام قولدار جو جدید قانون کے نفاذ کی تاریخ پر زمینات پر قابض ہوں۔ محفوظ قولدار کہلائیں گے۔ تا وقتیکہ زمیندار ایک سال کے اندر اس مفروضے کو غلط ثابت نہ کرے محفوظ قولدار کے تمام حقوق موروثی ہوں گے اور اس کی تعریف کو اتنی وسعت دی جائیگی کہ اس میں وہ تمام قولدار شامل ہو سکیں گے۔ جنہوں نے یکم جنوری ۱۹۴۳ء تک یا جدید قانون نافذ ہونے کی تاریخ تک کسی زمین کی مسلسل چھ سال تک کاشت کی ہو۔ ایسے قولدار جو ۱۳۵۲ف اور ۱۳۵۴ف کے درمیان کسی زمین پر مسلسل قابض رہے ہوں لیکن بعد میں بے دخل کر دیئے گئے ہوں انہیں اب بھی اپنے حقوق کو ثابت کرنے کا موقع دیا جائے۔

اور اس غرض کے لئے دو سال کی جو مدت رکھی گئی ہے اسے بڑھا کر (۳) سال کر دیا جائے تا کہ قولداروں کی ایک بڑی تعداد کو اس شرط سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے۔ تمام محفوظ قولداروں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے زمیندار کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ انہیں اپنی زمین اتنی قیمت پر فروخت کرے جو پچھلے آٹھ سال کے اوسط لگان کے (۱۲) گنے سے زائد نہ ہو اور زمین کی قیمت کے تعین کے لئے تین اشخاص پر مشتمل ایک ثالثی مجلس مقرر کی جائے جس میں ایک منصف بھی شامل ہو جس نے (۱۵) سال تک خدمت انجام دی ہو۔ محفوظ قولداروں کی خریدی ہوئی زمینات منتقل نہیں کی جا سکیں گی۔ فروخت یا ہبہ یا رہن یا [illegible] کے ذریعہ ان کی منتقلی قطعی طور پر ممنوع ہوگی۔

جن زمینات کی آب پاشی تالابوں، نہر وغیرہ ذرائع آب کے ذریعہ (باستثناء باولیات) کی جاتی ہو ان کے لگان کی انتہائی شرح مجموعی پیداوار کی ایک تہائی کے برابر ہونی چاہئے اور دوسرے تمام زمینات کے لگان کی شرح جن میں باولیوں کے تحت کی زمینات بھی شامل ہوں گی مجموعی پیداوار کے ایک چوتھائی کے مساوی ہوگی۔

اگر زمیندار کی ذاتی کاشت میں اتنی اراضی ہو جس کا رقبہ "نفع بخش پٹے" کے رقبے کے مساوی ہو جس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اس سے سالانہ (۱۵۰۰) روپیہ کی آمدنی ہو تو زمیندار کو اس کی اجازت دی جائیگی کہ وہ محفوظ قولدار کے حق قبضہ و برخواست کر کے اس کے قبضہ سے زمین حاصل کر لے۔ اگر زمیندار کی ذاتی کاشت میں صرف اتنی زمینات ہوں جن کا رقبہ "نفع بخش پٹے" سے کم ہو تو اسے محفوظ قولدار کے قبضہ سے صرف اسقدر زمین حاصل کرنے کی اجازت دی جائے گی جس کو شامل کر کے اس کی ذاتی زمین کا رقبہ نفع بخش پٹے کے رقبہ کے برابر ہو سکتا ہو۔ کمیٹی کی رائے میں اندازاً تلنگانہ میں (۲۰) ایکڑ تری اور (۵۰) ایکڑ خشکی اور مرہٹواڑہ میں (۵۰) ایکڑ کالی مٹی کی زمین نفع بخش پٹے کی تعریف میں داخل ہو سکتی ہے۔

جدید قانون کے نفاذ کے تین سال کے بعد سے زرعی زمینات کو قول پر دینے کا طریقہ ممنوع قرار دیا جانا چاہئے۔ البتہ صرف ان صورتوں میں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے جبکہ زمیندار عورت یا نابالغ ہو یا جسمانی یا دماغی اعتبار سے معذور ہو یا فوج یا بحریہ یا ہوائیہ میں خدمات انجام دے رہا ہو۔ تین سال کے عبوری دور میں زمینات تعلقدار کی اجازت سے اور رجسٹری شدہ دستاویزات کے ذریعہ دس سال کی مدت کے لئے قول پر دی جا سکیں گی۔

زمینداروں کی اس ذہنیت کے مد نظر کہ وہ [illegible] سے یا اس خوف سے کہ قولدار قانون کے تحت زمینات پر حقوق حاصل کر لے گا زمینات کو افتادہ رکھ چھوڑیں کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ جہاں کہیں ضرورت ہو حکومت خود ان زمینات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے۔

کمیٹی نے بنیادی پٹے کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ تری کی دو ایکڑ زمین اور خشکی کی (۱۵) ایکڑ زمین پر مشتمل ہو۔ وہ تمام زمینات جو رقبہ میں اس سے کم ہوں انکو ملا کر بڑے رقبوں میں تبدیل کی جائیں گی اور اس کے لئے امکانی حد تک ترغیب سے کام لیا جائے گا۔ اور اگر ضرورت ہو تو اس کا لزوم عائد کر دیا جائیگا۔ غیر نفع بخش پٹوں کے بارے میں امداد باہمی کے اصول پر کاشت کی سفارش کی گئی ہے۔

سب سے بڑا پٹہ نفع بخش پٹے کے رقبے کا تین گنا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ایسی زمینات جس سے ماہانہ پندرہ سو روپیہ کی آمدنی ہو۔ لیکن کمیٹی نے ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کی ہے کہ انتہائی رقبہ والے پٹے سے زائد زمینات جبراً حاصل کر لی جائیں۔ کمیٹی نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس کی مختلف شقوں (الف) محفوظ قولداروں کے لئے حق خریداری کی منظوری (ب) زمینات کو قول پر دینے کی ممانعت (ج) ہر زمیندار کے لئے اپنی زمینات ذاتی طور پر اور اچھے طریقہ سے کاشت کرنے کی شرط اور (د) پوری طرح کاشت نہ کی جانے والی زمینات پر حکومت کے قبضہ حاصل کرنے کے منشا کی بناء پر بڑے بڑے پٹوں کا رقبہ خود بخود گھٹ کر ایک واجبی حد پر آ جائے گا۔

مشرقی ایشیا میں امریکہ کا وقار باقی نہیں رہا

نیویارک۔ ۱۵ دسمبر۔ نیویارک ٹائمز نے ڈین ایچسن کے اس قول کا حوالہ دیتے ہوئے کہ وہ منہ کو کالک لگنے کے [illegible] مشرقی تصور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے لکھا ہے کہ وزیر خارجہ نے نامہ نگار کے سوال کا جواب دینے میں جس بڑ چڑھے پن اور تیز زبانی کا مظاہرہ کیا وہ صورت حال کے شایان شان نہیں ہے۔ موصوف منہ کو کالک لگنے کے تصور کو باآسانی تمسخر و استہزا قرار دے سکتے ہیں لیکن یہ چیز ان لوگوں کے لئے حقیقت کا حکم رکھتی ہے جن کا طرز عمل ہمارے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ منہ کو کالک لگنے کا سوال انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے سیاسی نہیں بلکہ [illegible] ہے۔ اس میں انفرادی اور اجتماعی سرمایہ داری کے مظاہرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشرقی ایشیا میں سماجی اور قومی احساس خود داری کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ طرز سلوک سے متعلق تخیلات نمایاں انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ اس سے انکار کی مجال نہیں ہے کہ مشرقی ایشیا کے عوام میں اب ہمارا وہ وقار و دبدبہ باقی نہیں رہا جو کبھی تھا۔ فوجی شکستوں نے ہمارے [illegible] کا جھنڈا چھوڑ دیا اور جاپانیوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ حال میں ایشیا سے متعلق ہماری پالیسی [illegible] زوال پذیر ہے۔ اس سے ہمارے متعلق عوام میں عدم اعتماد [illegible]

(باقی [illegible])

کو منتشر کر دیا ہے اور اب چینی کمیونسٹ ہماری کمزوری سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہم پر دشنام طرازی روا رکھی گئی ہے وہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبہ کا جز ہے جس کا مقصد دنیا میں ہم کو بدنام کرنا ہے۔

چینی کمیونسٹ قوم کو دنیا کی نظروں میں نا اہل، بزدل، کم ہمت، بد دیانت اور بے وفا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کی اس مہم کی کامیابی ایک بڑا عظیم الشان نقصان ہوگا جس کے لئے ہماری حکومت بے اعتنائی نہیں برت سکتی۔

(وی۔پ۔امریکہ)

بیت المقدس کو بین الاقوامی شہر قرار دینے کا مسئلہ

لیک سکس۔ ۷ دسمبر۔ اتحادی قوموں کی خصوصی سیاسی کمیٹی نے کل پھر بیت المقدس کو بین الاقوامی قرار دینے کے سوال پر غور و خوض جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں کمیٹی کے سامنے دو تجویزیں پیش ہیں۔ پہلی یہ کہ بیت المقدس کے تمام شہر کو بین الاقوامی نگرانی میں دے دیا جائے اور دوسری یہ کہ بین الاقوامی نگرانی صرف مقامات مقدسہ تک محدود رکھی جائے۔ کیوبا کے نمائندے نے اپنی تقریر میں اس امر پر زور دیا کہ بیت المقدس کے سارے شہر کو مکمل اور صحیح معنوں میں بین الاقوامی نگرانی میں دیدیا جائے۔ شامی نمائندہ نے کہا کہ تاریخی اور تمدنی اعتبار سے بیت المقدس پر عربوں کا حق ہے۔ لیکن وہ رواداری کے دیرینہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بیت المقدس کے سارے شہر کو بین الاقوامی نگرانی میں دینے کے حق میں ہیں۔ اس سلسلہ میں غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ شرق اردن اور اسرائیل اس امر سے متفق ہیں کہ بیت المقدس پر صرف ان دونوں کا قبضہ رہے۔ چنانچہ اسرائیلی نمائندے نے کہا کہ بیت المقدس کو بین الاقوامی نگرانی میں دے کر اس کی سیاسی بنیادوں کو اکھیڑ دینا ایک صریح ظلم ہوگا جس سے دنیا کے کروڑوں جانثاروں کی جانبازی اور قومی ہمدردی وابستہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ارض جمال ارض مقصد کو بین الاقوامی نگرانی میں دے بھی دیا جائے تو اس کے اخراجات کون برداشت کرے گا اور پھر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ ایسا کرنے سے مقامات مقدس محفوظ رہیں گے۔ اسرائیلی نمائندے نے کہا کہ اگر بیت المقدس کو بین الاقوامی نگرانی میں دینے کا مقصد محض یہ ہے کہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کی جائے تو اس وقت بھی ارض مقدس کے مقامات مقدسہ محفوظ ہیں پھر اس پر بین الاقوامی نگرانی کی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ گو وہ یہ سوالات اقوام عالم کے لئے انتہائی پریشان کن ہیں لیکن ان سوالات پر سوچے بغیر چارہ بھی تو نہیں ہے آخر میں انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ کا تشفی بخش حل نکالنا اتحادی قوموں کا اولین فرض ہے۔

اسٹرلنگ فاضلات سے برطانیہ کی پریشانی

لندن ۔ ۷ دسمبر۔ برطانوی وزیر خزانہ سر اسٹیفورڈ کرپس نے کل بیان کیا کہ برطانوی سرکار اسٹرلنگ فاضلات کے مسئلہ پر کوئی اطمینان بخش تصفیہ کرنے کے لئے بہت بے چین ہے لیکن میں اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ برطانیہ کی جنگی خدمات کا نام لے کر جوابی دعوے پیش کرنا اس مسئلہ کو حل کرنے کا کوئی صحیح طریقہ ہے۔

قدامت پسند رکن مسٹر کراسٹھ ویٹ نے دارالعوام میں خواہش کی تھی کہ برطانوی سرکار نے اسٹرلنگ فاضلات کے مالک ملکوں سے جوابی دعوے کرنے کی پالیسی کیوں چھوڑ دی ہے جیسا کہ وزیر اعظم نے ۱۳ فروری سنہ ۱۹۴۲ء کو اعلان کیا تھا۔ اس کے جواب میں سر اسٹیفورڈ کرپس نے کہا کہ اس بیان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے برطانوی سرکار کا کوئی جوابی دعوی کرنے کا حق حاصل ہو۔

مسٹر کراسٹھ ویٹ نے کہا کہ وزیر خزانہ کے پیشرو ڈاکٹر ڈالٹن نے بتایا تھا کہ جنگ کے زمانہ کے عجیب و غریب حسابات نے جو قرضے جمع کر دیئے ہیں ان کے ناقابل برداشت بار کی وجہ سے جلد یا دیر سے ان قرضوں میں بہت بڑی کمی کر دینا ضروری ہو گیا ہے (ڈاکٹر ڈالٹن نے ۷ مئی سنہ ۱۹۴۷ء کو لندن میں برازیلی ایوان تجارت کے ایک جلسہ میں مذکورہ بیان دیا تھا اور ۱۲/۱۳ مئی سنہ ۱۹۴۷ء کو جب دارالعلوم میں پوچھا گیا کہ کیا ڈاکٹر ڈالٹن کی تقریر سرکاری پالیسی کی ترجمانی کرتی ہے تو مسٹر اٹیلی نے جواب دیا تھا کہ "ہاں۔ ترجمانی کرتی ہے اور اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے")۔

مسٹر کراسٹھ ویٹ نے پوچھا کہ کیا وزیر خزانہ کے آج کے بیان کے مد نظر سرکار بالکل ہی بدلی ہوئی پالیسی کا اعلان کرے گی۔

سر اسٹیفورڈ کرپس نے جواب دیا "نہیں میرے خیال میں ایسا نہیں ہوگا۔"

بد دیانت غلہ کے دوکاندار

پچھلے ہفتہ شہر حیدرآباد میں (۵۰۰) سے زیادہ غلہ کی دوکانوں کی ایک ساتھ اچانک تنقیح کرنے پر ظاہر ہوا کہ کئی دوکان داروں نے بہت سی بے ضابطگیوں اور فروگذاشتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ راشن بندی کے عہدہ دار حسابی کھاتوں اور اسٹاک (ذخیرے کے) رجسٹروں کی تفصیل کے ساتھ جانچ کر رہے ہیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ جو خاطی پائے جائیں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

راشن کارڈ والوں کی متعدد شکایتوں کی نسبت کہ دوکاندار ہفتہ ختم ہونے تک غذائی اجناس اور شکر کی اجرائی کو ٹالتے رہتے ہیں اور بالآخر پچھلے ہفتہ کی راشن دینے سے انکار کر دیتے ہیں عہدہ داران راشن بندی کی تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ دوکان داروں نے غلہ کی ایسی تمام عدم اجرائیوں کو اپنے رجسٹرات اجرائی شدہ غلہ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور غذائی اجناس اور شکر کی ایک بڑی مقدار چور بازار میں پہنچا دی ہے۔ تمام مشتبہ کارروائیوں میں خفیہ تحقیقات کی جا رہی ہے لیکن عہدہ داران راشن بندی محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بڑی مدد ملے گی اگر غذائی اجناس اور شکر کی عدم اجرائی کی تمام صورتیں فوراً ان کے علم میں لائی جائیں اور شکایتیں اس کتاب شکایت میں درج کی جائیں جو راشن بندی کی ہر دوکان میں اس غرض کے لئے رکھی گئی ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ عمل راشن کارڈ والوں کو غذائی اجناس اور شکر نہیں دینے سے دوکان داروں کو باز رکھے گا۔ مسٹر ین۔ کے۔ گرو سوامی نے اپنے اسٹاف کے نام احکام جاری کئے ہیں کہ وہ دوکان داروں کے بے ضابطگیوں اور خفیہ کاروبار کو گھٹانے زیادہ چوکس اور مستعد رہیں۔

اعلان

(۳۶) واقع ۲۹ دے ۱۳۵۹ف

دفتر نظامت راشن بندی حکومت حیدرآباد

چونکہ عوام و ادارہ جات مصارف شکر میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہوٹلوں کے تمام مطالبات کی تکمیل کیا جاسکے مجبوراً ہوٹلوں و دیگر ادارہ جات کے کوٹہ میں مناسب کمی کی گئی ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ شکر کی درآمد نہیں ہو رہی ہے اور اندرون ملک اخراجات بڑھتے جارہے ہیں۔ مالکان ہوٹل کے لئے یہ قطعی بے محل ہے کہ وہ اپنے کوٹہ میں اضافہ کا مطالبہ کریں۔

لہذا مالکان ہوٹل سے توقع کی جاتی ہے کہ شکر کی موجودہ قلت کے مدنظر وہ محکمہ راشن بندی سے تعاون کرتے ہوئے عارضی تکلیف برداشت کریں گے۔

تھوڑے سے خسارہ کو ان کی تجارت میں درپیش ہے محکمہ کے اس عمل کو برداشت کریں اور محکمہ کے ساتھ خوشی سے موجودہ کمی کے نسبت تعاون عمل کریں کیونکہ دوسرے ملحق شہروں میں بھی یہی کیفیت ہے

(دستخط ناظم راشن بندی)

لیوی کی نئی اسکیم

تری اور خشکی کی زمینات پر اگائی جانے والی مختلف فصلوں کی پیداوار کا اندازہ حکومت نے اس طرح قائم کیا ہے کہ ہر قریہ کی بجائے پانچ سال کی اوسط پیداوار میں ۱۰ فیصد کمی کردی ہے حکومت نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ تری زمینات کے جن حصوں حقیقت میں کاشت نہ کی گئی ہو انھیں لیوی کے حساب میں شامل نہ کیا جائے۔ زمینات کے صرف انھیں حصوں پر لیوی کا مطالبہ قائم کیا جائے گا جن پر کاشت کی گئی ہو۔ اگر موسمی حالات سے یہ واضح ہو کہ کسی علاقے میں فصلیں متاثر ہوئی ہیں تو اس علاقے کے لئے معین کی ہوئی تخمینی بنیادی پیداوار پر نظر ثانی کی جائے گی۔

توقع کی جاتی ہے کہ ان رعایتوں سے کاشتکاروں کو اس بات کا اطمینان حاصل ہو جائے گا کہ حکومت اُن کے نقطۂ نظر کا بھی لحاظ کررہی ہے۔

(اطلاعات)

دی کواپریٹو پریس لمیٹڈ میں چھپ کر دفتر مملکت سانچہ توپ حیدرآباد دکن سے شائع ہوا